وصیت کرنا دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو پورا کرنا ہے

(فرمودہ ۴/ مئی ۱۹۲۸ء)

تشہد ' تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

ایک سال کے قریب ہؤا میں نے اپنی جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ وصیت کا معاملہ نہایت اہم معاملہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے ایسی خصوصیت بخشی ہے اور اللہ تعالیٰ کے خاص الہامات کے ماتحت اسے قائم کیا ہے کہ کوئی مؤمن اس کی اہمیت اور عظمت کا انکار نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائم کردہ سارا نظام ہی آسمانی اور خدائی اور الہامی نظام ہے مگر وصیت کا نظام ایسا نظام ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص الہام کے ماتحت قائم کیا گیا۔ باقی امور ایسے ہیں جو عام الہام کے ماتحت قائم کئے گئے ہیں مگر وصیت کا مسئلہ ایسا ہے جو خاص الہام کے ماتحت قائم کیا گیا ہے۔ اور وصیت کا مسئلہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ایک عملی ثبوت ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد ایک اقرار تھا۔ اس کے متعلق مؤمن کیا کرتا۔ کئی لوگ تو اس اقرار کو پورا کرنے کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کرتے اور کئی یہ اقرار کر کے خاموش ہو جاتے۔ پھر کئی ایسے ہوتے جو چاہتے کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں مگر اس کے لئے راہ نہ پاتے اور انہیں معلوم نہ ہو تا کہ کیا کریں؟ پھر بیسیوں تھے جنہوں نے اس اقرار کو پورا کیا اور بیسیوں ایسے تھے جو حیران تھے کہ کیا کریں؟ پھر جو اقرار کو پورا کرنے کی کوشش کر رہے تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کا اقرار پورا ہو تا ہے یا نہیں۔ ان کی مثال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سی تھی جو کہ اپنے ایک بھانجے پر جب ناراض ہوئیں تو انہوں نے قسم کھائی اور کہا میں اس سے نہ ملوں گی اور اگر ملوں تو کچھ صدقہ دوں گی اس صدقہ کی انہوں نے تعیین نہ کی تھی۔ آخر صحابہؓ کے دخل دینے اور بھانجے کی معافی مانگ لینے پر

انہوں نے اسے معاف کر دیا اور اپنے ہاں آنے کی اجازت دے دی اور اس کے لئے خاص طور پر صدقہ کرتیں مگر باوجود اس کے حسرت کے ساتھ کہتیں معلوم نہیں میں نے جو اقرار کیا تھا وہ پورا ہؤا ہے یا نہیں۔ میں نے صدقہ کی تعیین کیوں نہ کر دی۔

تو بہت سے لوگ حیران تھے کہ انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جو اقرار کیا ہے وہ پورا ہؤا ہے یا نہیں تب خدا تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ بتایا کہ جو لوگ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا اقرار پورا ہؤا یا نہیں ان کے لئے یہ وصیت کا طریق ہے اس پر عمل کرنے سے وہ اپنے اقرار کو پورا کر سکتے ہیں کیونکہ وصیت میں شرط ہے کہ

> "خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ نسلیں ایک ہی جگہ ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں"۔[1]

پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان فرمودہ طریق پر وصیت کرے اور اس پر قائم رہے مگر کامل الایمان نہ ہو۔ تو وہ لوگ جن کے دل میں عدم اطمینان تھا اور وہ اس وجہ سے بے چین تھے کہ خبر نہیں ان کا اقرار پورا ہؤا ہے یا نہیں ان کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کے الہام کے ماتحت یہ رکھ دیا کہ وہ وصیت کریں۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

> "میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے۔ اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خواب گاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا۔ اور دنیا کی محبت چھوڑ دی۔ اور خدا کے لئے ہو گئے۔ اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی۔ اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا"۔[2]

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ وصیت کرنا اور اس پر قائم رہ کر مقبرہ بہشتی میں دفن ہونا دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے اقرار کو پورا کرنا ہے۔ اس وصیت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حد بندی کر دی ہے۔ اور وہ یہ کہ زیادہ سے زیادہ ۱/۳ حصہ کی وصیت کی جائے اور کم از کم ۱/۱۰ حصہ کی۔ یہ تو مرنے کے بعد کے متعلق ہے اور زندگی میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں انسان اس حد تک خرچ کر سکتا ہے کہ وہ رشتہ دار جو اس کے ذریعہ پل رہے ہوں

انہیں دوسروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔ اس شرط کے ماتحت خواہ وہ اپنا نصف مال دے دے یا تین چوتھائی دے دے مگر اتنا دے کہ جن لوگوں کی پرورش اس کے ذمہ ہے وہ دوسروں کے محتاج نہ ہو جائیں۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ایک ذریعہ رکھا ہے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو پورا کرنے کا۔ جس وقت آپ نے یہ طریق بیان کیا اسی وقت یہ بھی لکھ دیا تھا کہ

"ممکن ہے کہ بعض آدمی جن پر بدگمانی کا مادہ غالب ہو وہ اس کارروائی میں ہمیں اعتراضوں کا نشانہ بناویں۔ اور اس انتظام کو اغراض نفسانیہ پر مبنی سمجھیں یا اس کو بدعت قرار دیں۔ لیکن یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے"[۳]

چنانچہ مخالفین نے اس پر ہنسی اور تمسخر کیا اور کہا پاک پٹن کے بہشتی دروازہ کی طرح یہ بہشتی مقبرہ بنایا گیا ہے حالانکہ اس دروازہ اور بہشتی مقبرہ میں بہت فرق ہے۔ اپنے مال کی وصیت کرنا علامت ہے نیکی اور تقویٰ کی۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اقرار چاہتا تھا کہ اس کا کوئی ظاہری ثبوت ہو اس کی علامت وصیت رکھی گئی اور یہ دائمی قربانی ہے۔ یعنی جب تک انسان زندہ رہتا ہے اسے یہ قربانی کرنی پڑتی ہے مگر دروازہ سے گذر جانا تو معمولی بات ہے اس کے لئے کوئی قربانی نہیں کرنی پڑتی۔

تو وصیت معیار ہے مؤمنوں کے ایمان کو پرکھنے کا مگر باوجود اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زور دینے کے بہت سے لوگ ہیں جو ابھی تک اس کی عظمت سے واقف نہیں ہیں۔ اور جس طرح قاعدہ ہے کہ جب کوئی نیا نظام قائم ہوتا ہے اور نیا مسئلہ جاری ہوتا ہے تو اکثر لوگ اس کے سمجھنے میں کوتاہی کرتے ہیں اسی طرح بہت سے لوگوں نے وصیت کے معاملہ کی حقیقت کو بھی نہ سمجھا بلکہ انہوں نے بھی نہ سمجھا جن کے سپرد اس کا نظام کیا گیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ ایسی ایسی وصیتیں کی گئیں کہ ایک شخص کی ماہوار آمدنی تو کئی سو کی تھی مگر اس کا مکان بہت معمولی حیثیت کا تھا اس نے مکان کی وصیت کر دی اور لکھ دیا کہ اس کا ۱/۱۰ حصہ وصیت میں دیتا ہوں۔ حالانکہ اگر اندازہ لگایا جاتا تو مکان کا جو حصہ وصیت میں دیا گیا وہ اتنی مالیت کا بھی نہیں تھا کہ ماہوار آمدنی کا بتیسواں (۳۲) حصہ ہی بن سکتا۔ میں نے اس کی اصلاح کی میں نے کہا مقبرہ بہشتی کی غرض یہ ہے کہ اس میں ایسے لوگوں کو جمع کیا جائے جو دین کو دنیا پر

مقدم کرنے والے ہوں مگر کون خیال کر سکتا ہے کہ ایک شخص جو دو تین چار سو روپیہ ماہوار کماتا ہے مگر باپ دادا سے ورثہ میں آئے ہوئے معمولی مکان کے دسویں حصہ کی وصیت کر دیتا ہے تو یہ اس کے لئے بہت بڑی قربانی ہے اور وہ ایسے مخلصوں میں شامل ہو جاتا ہے جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں گے اور جن کے متعلق آئندہ نسلوں کا فرض ہو گا کہ خاص طور پر دعا کریں۔ اگر ایسے آدمی کو کوئی مخلص اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا سمجھتا ہے تو وہ جھوٹا نہیں تو میں اسے بے وقوف ضرور کہوں گا اور سمجھا جائے گا کہ اس کے دماغ میں نقص پیدا ہو گیا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو وصیت کا نظام اس لئے قائم کیا ہے کہ مخلصوں کی جماعت کو ایک جگہ اکٹھا کیا جائے مگر ان مخلصوں میں ایسے شخص کو شامل کیا جاتا ہے جو ہر مہینہ اپنے لباس یا کھانے یا اپنی بیوی بچوں کے لباس یا کھانے پر جتنا صرف کرتا ہے اتنا یا اس سے بھی کم چندہ دے دیتا ہے یہ کامل الایمان ہونے کی علامت نہیں ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی ایسی وصیتیں نکلی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہوار آمدنی کو چھوڑ کر معمولی مکان کی وصیت کرنے کا طریق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منشاء کے مطابق نہ تھا۔ مثلاً ایک شخص وصیت کرتا ہے جس کا معمولی مکان تھا اس نے اپنی وصیت میں لکھا۔ کہ "اس وقت میری کوئی جائداد نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ملازم ہوں میری تنخواہ چار روپے ہے اس کا دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ کی خدمت میں ادا کرتا رہوں گا۔ یا اگر آئندہ میری کوئی اور جائداد یا تنخواہ بڑھ جائے تو اس کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے۔ اور میرا ایک مکان ریاست مالیر کوٹلہ میں ہے وہ خاص میری ملکیت ہے۔ اس میں اور کسی کا کوئی حصہ اور نہ حق ہے اس کے آٹھواں حصہ کی بھی انجمن احمدیہ مالک ہے"۔

چونکہ مکان آمد پیدا کرنے والا نہ تھا اس لئے اسے وصیت کے لحاظ سے جائداد نہ قرار دیا گیا۔ تو وصیت کے لئے دسواں حصہ سے مراد اسی آمد کا دسواں حصہ ہے جس پر گذارہ ہو۔ ایک زمیندار ہے اگر وہ اپنی زمین کا دسواں حصہ وصیت میں دے دیتا ہے تو وہ وصیت کا حق ادا کر دیتا ہے کیونکہ اس کے گذارہ کا ذریعہ زمین ہی ہے۔ مگر ایک ملازم جو تین چار سو ماہوار تنخواہ پاتا ہے یا ایک تاجر جسے تجارت کی آمدنی ہے وہ اگر وصیت میں جدی مکان کا کچھ حصہ دیکر پچاس یا ساٹھ یا سو روپیہ دے دیتا ہے تو وہ وصیت کے منشاء کو پورا نہیں کرتا۔ وصیت کے لحاظ سے وہ

جائداد والا نہ تھا اس کی آمد تھی اسے آمد سے وصیت کا حصہ دینا چاہیئے تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ترکہ کا لفظ رکھا ہے یعنی وصیت کرنے والے کے "تمام ترکہ" سے مقررہ حصہ وصیت میں لیا جائے۔ پھر کیا اگر کوئی شخص صرف دھوتی اور کُرتا چھوڑ مرے تو اسی کو اس کا ترکہ قرار دیا جائے گا اور پھر اس کا دسواں حصہ لے کر سمجھ لیا جائے گا کہ اس نے وصیت کا حق ادا کر دیا۔ پس جب کپڑوں کا ایک جوڑا بھی ترکہ کہلا سکتا ہے تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ فرمایا ہے۔ کہ

"ہر ایک صالح جو اسکی کوئی بھی جائداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا۔ اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا۔ تو وہ اس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے"۔ [۴]

اس کا کیا مطلب ہُوا؟ کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشاء جائداد نہ ہونے سے یہ تھا کہ ایسا شخص جو ننگا پھرتا ہو اسے بغیر وصیت کے دفن کیا جائے۔ دنیا کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک چلے جاؤ کوئی ایسا انسان نظر نہ آئے گا جو اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتا ہو۔ اپنے ارد گرد رسی ہی لپیٹے ہوئے ہو گا یا کیلے کے پتے ہی باندھے ہوئے ہو گا وہی اسکا ترکہ اور جائیداد ہوگی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کہنا کہ جس کی جائداد نہ ہو اس کا تقویٰ اور خدمت دین دیکھی جائے گی بے معنی کلام ہو جاتا ہے کیونکہ یہ کبھی خیال میں بھی نہیں آسکتا کہ ایک شخص دین کی بڑی خدمت کرنے والا، بڑا متقی ہو مگر مادر زاد ننگا رہتا ہو۔ اگر اس کے پاس لنگوٹی ہوگی تو وہی اس کا ترکہ ہو گا کیونکہ جو چیز انسان مرنے کے بعد قبر میں نہیں لے جاتا اور پیچھے چھوڑ جاتا ہے وہ اس کا ترکہ ہے۔ پس اس طرح کوئی انسان ایسا نظر نہیں آتا جس کی کوئی جائداد نہ ہو۔ کوئی اگر لنگوٹی باندھے رہتا ہو گا تو اسے بھی مرنے کے بعد کفن پہنا دیا جائے گا اور اس کی لنگوٹی قبر سے باہر رہ جائے گی یا اگر اس کی پھٹی پرانی جوتی ہوگی اور وہ قبر سے باہر رہے گی تو وہی ترکہ ہو گا۔ پس یہ ناممکن ہے کہ کوئی ایسا انسان ملے جس کی ترکہ کے لحاظ سے کوئی جائداد نہ ہو۔ اور جب حضرت مسیح موعودؑ نے یہ لکھا ہے کہ جس کی جائداد نہ ہو اس کے مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے کا اور طریق ہے تو اس سے معلوم ہُوا کہ جائداد نہ ہونے سے مراد آمدنی کا نہ ہونا ہے۔ یعنی جس کے گذارہ کی کوئی معیّن صورت نہ ہو وہ بغیر جائداد کے وصیت کر سکتا ہے۔

تھوڑے دن ہوئے مجھے رپورٹ پہنچی تھی کہ کسی شخص نے لکھا ہے وصیت کی اس تشریح کے ماتحت بہت لوگوں کو ابتلاء آرہا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جتنی وصیتیں اس تشریح کے بعد کی گئی ہیں اتنی کبھی پہلے نہیں کی گئیں۔ اگر ابتلاء کا یہی ثبوت ہے تو میں کہوں گا کہ ایسا ابتلاء روز روز آئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

کہ خدا تعالیٰ کے بعد اگر محمد ﷺ کی محبت کفر ہے تو خدا کی قسم میں بڑا کافر ہوں۔ پس اگر جماعت کے ابتلاء کا یہی ثبوت ہے کہ بہت لوگ صحیح طریق پر وصیتیں کرنے لگ گئے ہیں اور جنہوں نے پہلے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کی ہوئی تھی ان میں سے ۱/۴ اور ۱/۳ تک کی وصیتیں کر رہے ہیں تو ایسا ابتلاء روز روز آئے۔ ہاں ایسا شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اسے ابتلاء آیا ہے۔ مگر ابتلاء تو تب کہا جائے جب اس بارے میں کسی قسم کا جبر کیا جائے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ وصیت کے کرانے کے لئے جبر کیا جاتا ہے۔ یہ ایک نیکی ہے جو کر سکتے ہیں کریں۔ اگر کوئی کہے میں ظہر یا عصر کی چار رکعت فرض نہیں پڑھ سکتا دو پڑھوں گا تو ہم اسے کہیں گے نماز پڑھنا چاہتے ہو تو چار ہی پڑھو اس میں فائدہ ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ چلو تم دو یا ایک ہی رکعت پڑھ لو کیونکہ یہ کسی کو نمازی بنانے کے لئے کافی نہیں۔ نمازی کے لئے ضروری ہے کہ چار ہی پڑھے اسے کوئی ابتلاء نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح وصیت کے بارے میں احمدی کے لئے ابتلاء کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں تیسری کوئی نہیں۔ یا تو یہ کہ ہر ایک احمدی کو مجبور کیا جائے کہ وہ ضرور وصیت کرے تب کمزور لوگ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری آمدنی اتنی نہیں کہ ہم وصیت کر سکیں۔ مگر وصیت کرنا تو اپنی مرضی پر ہے اور یہ اخلاص کے پرکھنے کا معیار ہے ایمان کا معیار نہیں ہے۔ ایمان کے لئے یہ کافی ہے کہ کوئی کہے میں خدا کو وحدہٗ لاشریک مانتا ہوں محمد ﷺ پر ایمان لاتا ہوں کہ وہ خدا کے سچے نبی ہیں اور اپنے زمانہ کے مأمور اور مرسل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانتا ہوں۔ جو شخص یہ اقرار کرتا ہے اسے کوئی اسلام اور احمدیت سے نہیں نکال سکتا۔ اس کے اگر اعمال خراب ہوں تو اسے خدا تعالیٰ پکڑے گا مگر کسی کے اختیار میں یہ نہیں ہے کہ اسے اسلام سے نکال دے۔ ہاں اگر وہ ان امور کا جن پر اسلام کی بنیاد ہے انکار کرے گا تو خود اسلام سے نکل جائے گا۔ البتہ مقررہ نظام سے آدمی کو نکالا جاتا ہے اگر وہ ایسا کام کرے جس سے تفرقہ پیدا

ہوتا ہو۔ کوئی فتنہ برپا ہوتا ہو تو اسے جماعت سے علیحدہ کیا جاتا ہے مگر احمدیت سے نہیں نکالا جاتا۔ اور جماعت سے نکالنے اور احمدیت سے علیحدہ کرنے میں فرق ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ جب کسی کا بیٹا نافرمان ہو جائے تو اسے عاق کر دیا جاتا ہے مگر یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ بیٹا ہی نہیں رہا۔ وہ نطفہ تو اسی کا ہوتا ہے ہاں مل کر کام نہ کرنے کی وجہ سے اسے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح جسے جماعت سے نکالا جاتا ہے اسے احمدیت سے نہیں نکالا جاتا جب تک کہ وہ اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے۔

تو وصیت کے متعلق اگر مجبور کیا جاتا ہو تب کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ ٹھوکر کا باعث ہے یا جو روپیہ وصیت کا آتا ہو وہ کسی ایک شخص کی جائداد بن رہا ہو۔ میرے لئے یا میرے بیوی بچوں پر خرچ ہوتا ہو تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے تو اس روپیہ کو دین کی اشاعت کے لئے خرچ کرنے کو کہا ہے مگر ایسا نہیں ہوتا۔ پس اگر یہ روپیہ دین کے لئے لیا جاتا ہے اور دین پر خرچ کیا جاتا ہے تو پھر یہ کہنے سے کہ وصیت خاص لوگوں کے لئے ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے جو خاص قربانی کر کے خاص درجہ حاصل کریں تو اس میں ابتلاء کی کونسی بات ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ گورنمنٹ ایف۔ اے میں اس طالب علم کو داخل کرتی ہے جو انٹرنس پاس ہو۔ اب کوئی انٹرنس تو پاس نہ کرے اور کہے گورنمنٹ مجھے ایف اے میں داخل نہیں ہونے دیتی اور مجھ پر بڑا ظلم کرتی ہے تو یہ ظلم کس طرح ہوا۔ جب تک ایف۔ اے میں داخل ہونے کی شرط نہ پوری کی جائے اس وقت تک داخلہ کی اجازت کس طرح مل جائے؟

پس ابتلاء کی کوئی بات نہیں جس شخص نے یہ بات لکھی ہے اسے ابتلاء آیا ہو تو خبر نہیں لیکن اوروں کو نہیں آیا بلکہ وصایا میں بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے۔

اس وقت میں پھر دوستوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ کون سا کام کرے اسے پتہ لگ جائے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کر رہا ہے تو وہ علاوہ اور اصلاح کے اپنے مال کے کم از کم ۱/۱۰ حصہ کی اور زیادہ سے زیادہ ۱/۳ حصہ کی وصیت کرے۔ اگر اس کا گذارہ تنخواہ پر ہو تو تنخواہ کے حصہ کی کرے اور اگر جائداد کی آمدنی پر ہے تو اس کی کرے۔ اس کے بعد وہ خدا تعالیٰ کے حضور انہی لوگوں میں رکھا جائے گا جو ایفاء عہد کرتے ہیں۔

دین کے لئے زندگی وقف کرنے کی تحریک

اس کے بعد میں ایک خاص اعلان کرنا چاہتا ہوں- کچھ عرصہ ہُوا میں نے تحریک کی تھی کہ نوجوان خدمت دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں- اس پر بہت سے نوجوانوں نے کیں جن میں کئی ایک عربی کی تعلیم حاصل کئے ہوئے تھے اور کئی انگریزی کی- اس وقت جتنے آدمیوں کی ضرورت تھی وہ پوری ہو گئی لیکن اب پھر بعض کاموں کے لئے ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے- مقامی حالات کے لحاظ سے یہ قدرتی بات ہے کہ محدود جماعت کے کارکنوں کو جو گذارے دیئے جائیں وہ محدود ہوں اس لئے یہاں کے کارکنوں کے گذارے محدود ہوتے ہیں- لیکن باوجود اس کے زندگی وقف کنندوں اور دوسروں میں جو فرق ہے وہ کم از کم وصیت کرنے والوں اور وصیت نہ کرنے والوں کے برابر رہنا چاہئے اس وجہ سے میں نے یہ قرار دیا ہے کہ وقف کنندہ کو اس عہدہ والے سے ۲۵ فیصدی کم گذارہ دیا جائے مگر اس سے چندہ نہ لیا جائے- اس طرح دراصل فرق ۲۵ فیصدی نہیں رہتا بلکہ ۱۹ یا ۱۸ فیصدی پر بات آجاتی ہے- یہ دوسروں کی نسبت زیادہ قربانی کی صورت ہے اور جس حد تک وقف کنندگان کے گذارہ کی کوشش کی جاسکتی تھی کی گئی ہے اور خدا جانتا ہے اور کیا کچھ کیا جاسکے گا- جو قوم عزت اور شوکت حاصل کرلیتی ہے وہ اپنے کارکنوں کو بھی ترقی دینا ضروری سمجھتی ہے اور جو قوم خود ذلیل ہو جاتی ہے اس کے کارکن بھی ذلیل سمجھے جاتے ہیں- دیکھو مولویوں کو آج کوئی پوچھتا نہیں لیکن پادریوں کی ہر جگہ عزت کی جاتی ہے- وجہ یہ کہ پادریوں کی قوم کو عزت حاصل ہے اور مولویوں کی قوم ذلیل سمجھی جاتی ہے- تو ہو سکتا ہے آج ہمارے جن کارکنوں کو کوئی پوچھتا نہیں وہی جماعت کی ترقی کے ساتھ اس درجہ کو پہنچ جائیں کہ ہر جگہ ان کی عزت کی جائے-

پہلے میں نے مدرسہ احمدیہ میں اس بات کا ذکر کیا ہے اور بعض نوجوانوں نے مجھے درخواستیں پہنچائی ہیں اور بعض نے دفتر میں دی ہیں- اب میں باقی جماعت کو اس خطبہ کے ذریعہ مطلع کرتا ہوں خصوصاً کالجوں کے طلباء کو اور ان طلباء کو جو اپنی تعلیم ختم کر چکے یا کرنے والے ہیں- اس وقت غیر مذاہب میں تبلیغ کے لئے مبلغ بھیجنے کی ضرورت ہے اس لئے ایسے نوجوان ہوں جو دین کے متعلق واقفیت رکھتے ہوں یا واقفیت پیدا کرنے کی خواہش رکھتے ہوں- اس وقت چند آدمیوں کی ضرورت ہے جن کو لے کر کام پر لگا دیا جائے گا یا تیاری کرائی جائے

گی- باقی جو رہیں گے ان کے اخلاص کی قدر کی جائے گی اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہہ دیا جائے گا وہ جو کام کرنا چاہیں کریں- پھر بعض ایسے ہوں گے جن کی گو اس وقت ضرورت نہ ہو گی مگر ان کو آئندہ ضرورت کے لئے ریزرو رکھ لیا جائے گا اور جب ضرورت ہو گی ان کو بلائیں گے- پس ان نوجوانوں کو جو کالجوں میں پڑھتے ہیں یا تعلیم سے فارغ ہو چکے ہیں اس اعلان کے ذریعہ مطلع کیا جاتا ہے کہ ہمیں ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے- امید ہے کہ ہمارے انگریزی خواں نوجوان جو کسی موقع پر کسی سے کم نہیں رہے وہ اس وقت بھی دین کی خدمت کے لئے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے-

وہ لوگ جو عمر رسیدہ ہیں یا اور کام کر رہے ہیں ان کو پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص جو ایک کام کر رہا ہو اسے دوسرے کام پر لگا دیا جائے- ایسے لوگ اپنے آپ کو اس طرح وقف کر سکتے ہیں کہ پنشن کے بعد دین کی خدمت کرنے کا ارادہ کر لیں- مگر افسوس ہے کہ ابھی تک ہماری جماعت کے لوگوں کو اس طرف توجہ نہیں ہے- بہت لوگ کہتے ہیں فلاں کو بڑھاپے میں اللہ اللہ کرنے کی سوجھی اور اس طرح اسکی ہنسی اڑاتے ہیں حالانکہ یہ ہنسی کی بات نہیں بلکہ بہت اچھی بات ہے مگر ہماری جماعت کے لوگوں کو بڑھاپے میں بھی یہ بات حاصل نہیں ہوتی الا ماشاء اللہ - ایسے لوگ جو پنشنیں لے چکے ہیں یا لینے والے ہیں وہ اگر اپنے آپ کو اس طرح وقف کریں تو ان کو ہم لے سکتے ہیں کیونکہ ان کا کوئی بوجھ سلسلہ پر نہ ہو گا- ایسے لوگوں کو کچھ قربانی کیلئے تیار رہنا چاہئے- اگر انہیں تبلیغ کیلئے بھیجا جائے تو چلے جائیں یا کم از کم وہ یہی اقرار کریں کہ سال میں تین چار ماہ وہ تبلیغ کیلئے خرچ کریں گے تو اس طرح وہ بھی بہت مفید ثابت ہو سکتے ہیں مگر اس وقت میرے زیادہ تر مخاطب نوجوان ہیں- ان میں سے جو کھرے نکلیں گے وہ ایسے قیمتی جواہر ہوں گے کہ ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا اور جو کمزور ثابت ہوں گے ان کے متعلق سمجھ لیا جائے گا کہ ہر بہتر سے بہتر چیز میں ایسا ہوتا ہے-

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کے نوجوانوں کو توفیق دے کہ ہر ضرورت جو پیش آئے اسے پورا کر کے خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن جائیں- ان پر خدا تعالیٰ کی رحمت چھا جائے- ان پر خدا تعالیٰ کی محبت اس طرح مستولی ہو جائے کہ اس کے دین کی اشاعت کے سوا باقی تمام خیال بھول جائیں-

(الفضل ۱۵/ مئی ۱۹۲۸ء)

۱؎ الوصیت صفحہ ۲۳ - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۲۱

۲؎ الوصیت صفحہ ۱۸ - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۱۶

۳؎ الوصیت صفحہ ۲۹ - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۲۷

۴؎ الوصیت صفحہ ۲۲ - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۲۰